شاہ محمد جعفر پھلواروی

شریعت میں فنون کا دخل

وراثت بلاشبہ ایک خالص شرعی مسئلہ ہے اور اس کا تعلق سراسر ثبوتِ نسب سے ہے۔ اگر وارث و مورث کے درمیان نسبی رشتے میں شبہ پڑ جائے ـــــ مثلاً یہ دونوں واقعی باپ بیٹا ہیں یا نہیں؟ ـــــ تو اس جھگڑے کو نمٹانے کے لیے کسی ایسے فن سے کام لیا جاسکتا ہے یا نہیں جو محض تجربی علم ہے؟ مثلاً کیا کسی قیافہ شناس کے فنِ قیافہ پر شرعی تقسیمِ وراثت کا دارومدار رکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یہ ایک اہم سوال ہے اس کا جواب نواب سید صدیق حسن خاں کی زبان سے سنیے جو اپنی مشہور کتاب "ابجد العلوم" ص ۵۸۷ میں لکھتے ہیں:

اقول وقد اعتبر القیافة الشارع ایضاً فی بعض الاحکام کما ورد فی الصحیح من حدیث مجزز الاسلمی انه دخل فرای اسامة بن زید وزیداً علیهما قطیفة قد غطیا رؤوسهما وبدت اقدامهما فنظر الیهما مجزز الاسلمی وقال: ان هذه الاقدام بعضها من بعض۔ فسر بذلک النبی صلی الله علیه وسلم۔ قال الحافظ ابن حجر رح وجه ادخال هذا الحدیث فی کتاب

میں یہ کہتا ہوں کہ شارعؑ نے قیافے کو بعض احکام میں معتبر مانا ہے جیسا کہ مجزز اسلمی والی صحیح روایت میں آیا ہے کہ وہ مدینے میں گئے تو زیدؓ اور ان کے فرزند اسامہؓ کو دیکھا کہ دونوں ایک چادر سے سر ڈھانکے سوئے ہیں اور دونوں کے پیر کھلے ہوئے ہیں۔ مجزز اسلمی نے ان کے پیروں کو دیکھ کر کہا کہ: یہ پیر ایک دوسرے کا جز ہیں (یعنی ان میں ایک باپ اور دوسرا بیٹا ہے)۔ آنحضرتؐ یہ سن کر خوش ہوئے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ: فرائض (مسائل وراثت) میں اس روایت . . . .

الفرائض الرد علی من زعم ات القائف لا یعتبر به۔ فان اعتبر قوله وعمل به لزم منه حصول التوارث بین الملحق والملحق به۔ انتهی۔ وقد بسط القول فی ذالک القاضی العلامه محمد بن علی الشوکانی فی مؤلفاته فارجع الیها۔	کو داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کی تردید مقصود ہے جو گمان کرتے ہیں کہ قیافہ شناس نا قابل اعتبار ہوتا ہے اس لیے اگر اس کی بات مانی جائے اور اس پر عمل کیا جائے تو ملحق اور جس کا نسبی الحاق کیا جائے، کے درمیان توارث ضروری ہوگا"۔۔۔ اس مسئلے میں قاضی شوکانی نے بھی اپنے مؤلفات میں کافی بحث کی ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب حافظ ابن حجر اور شاید قاضی شوکانی بھی اس فنِ قیافہ سے کام لے کر ایک شرعی مسئلہ حل کرنے کے حق میں ہیں۔ اور ان کا استدلال یہ ہے کہ حضورؐ کے سامنے مجزز اسلمی نے قیافے سے زیدؓ کو باپ اور اسامہؓ کو بیٹا قرار دیا اور حضورؐ اس سے مسرور ہو گئے۔ یہ مسرت اسی بات پر ہو سکتی ہے کہ مجزز کا قیافہ درست نکلا۔ اگر یہ فنِ قیافہ نا قابلِ اعتبار ہوتا تو حضورؐ اس اٹکل پر مسرور ہونے کی بجائے یہ فرماتے کہ: اس وقت تو یہ اٹکل درست نکل آیا لیکن خبردار اس پر معاملات یا شرعی مسائل کا دارومدار نہ رکھنا۔

قیافہ ہماری زبان میں اس فن کو کہتے ہیں کہ کسی کی صورت دیکھ کر اس کے کردار کا پتہ چلا لیا جائے۔ لیکن عربی زبان میں یہ لفظ اس سے بالکل مختلف مفہوم رکھتا ہے۔ وہاں قیافے کے معنی ہیں نشانِ قدم کو پہچاننا۔ ہماری زبان میں قائف (قیافہ شناس) کا صحیح ترجمہ ہے "کھوجی"۔ کہا جاتا ہے کہ عرب میں بنی مدلج اور بنی لہب اس فن میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے۔ آنحضرتؐ اور صدیقِ اکبرؓ جب مکے سے چھپ کر روانہ ہوئے تو اکثر اوقات پورے قدم نہیں رکھتے تھے۔ مزید برآں عامر بن فہیرہ کی بکریوں کے ریوڑ کی مدد سے قدموں کے نشان بھی مٹانے کی کوشش کی۔ لیکن اس کے باوجود وہاں کے قیافہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غارِ ثور کے

دہانے پر پہنچ ہی گئے۔ مجزز اسلمی نے اسی علم قیافہ کے مطابق یہ حکم لگا دیا کہ زید رضؓ و اسامہ رضؓ پدر و فرزند ہیں۔

یہ فن پاؤں تک ہی محدود نہیں بلکہ اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو ناک نقشہ، آواز، ہنسنے، رونے، یا گفتگو کے انداز اور بعض اداؤں کو دیکھ کر قرابت و نسب کا حکم لگا دیتے ہیں۔ مجھے خود اس کا ذاتی تجربہ بھی ہوا ہے۔ ۲۳-۱۹۲۲ء کا ذکر ہے کہ ایک عرب، (کپور تھلے ہیں) میرا مہمان ہوا۔ دوران گفتگو میں اس نے پوچھا: انت اخو الشاہ محی الدین (کیا تم شاہ محی الدین کے بھائی ہو؟) میں نے کہا: نعم ھو ابن خالتی ولکن کیف عرفت؟ (ہاں وہ میرے خالہ زاد بھائی ہیں لیکن تم نے کیسے پہچانا؟) اس نے جواب دیا: عرفتك بالدم ورأيته في موسم الحج (تمھیں میں نے خون سے پہچان لیا اور انھیں میں نے ایام حج میں دیکھا تھا۔)

بالکل یہی واقعہ ندوۃ العلماء میں پیش آیا۔ مولانا ابوبکر شیث (علی گڑھ یونیورسٹی کے ڈین) ایک دن ایک عرب لڑکے کے ساتھ ندوے میں اپنے بھائیوں (مولانا ابو المغازی علی (علی) اور مولانا ابو الحیا محمد عقیل سے ملنے آئے۔ یہ دونوں میرے ساتھ پڑھتے تھے۔ مولانا ابوبکر نیچے کھڑے تھے کہ اتفاق سے مولانا علی زینے سے اترتے نظر آئے اس عرب بچے نے انھیں دیکھتے ہی کہا: ھذا اخوك؟ (یہ آپ کا بھائی ہے؟) یہ عجیب بات ہے کہ ان دونوں بھائیوں کی رنگت میں، صورت اور سیرت میں کوئی بہت مشابہت یا مناسبت نہیں۔ اس کے باوجود اس عرب لڑکے نے انھیں فوراً پہچان لیا اور دریافت کرنے پر یہی الفاظ کہے کہ عرفت بالدم (میں نے خون سے پہچان لیا)۔

دراصل یہ ایک وجدانی سا علم ہوتا ہے جس میں مہارت پیدا ہو جاتی ہے اور فراست فوراً ایک حکم لگا دیتی ہے۔ اس کے لیے کوئی منطقی استدلال یا پیمانہ نہیں ہوتا اس قسم کی شناخت میں "جھلک" کام دیتی ہے جس کے لیے صوبۂ بہار میں ایک

جامع لفظ ہے "جھنگ"۔ اور پنجابی زبان میں اسے "جھن" کہتے ہیں۔

پامسٹری (فراست الید) بھی اس میں بہت مدد دیتی ہے اور ہاتھ کے نشانوں میں والدین کے فطری رجحانات کی عکاسی موجود ہوتی ہے۔ ایک دوست نے مجھے بتایا کہ بعض اوقات مختلف ہاتھوں کی لکیریں بہت ملتی جلتی بھی ہیں۔ اس صورت میں پاؤں کے نشانات سے مورث کے موروثی رجحانات میں امتیاز ہو جاتا ہے۔

ہر حال یہ ایک فن ہے اور یہ جس قدر ترقی کرتا جائے گا، اسی قدر یہ زیادہ قابل اعتماد ہوتا جائے گا۔ اور دینی مسائل (مثلاً توارث) میں اس سے مدد لینے میں کوئی شرعی قباحت نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

لمحۂ فکریہ

یہاں صرف ایک نکتے پر غور فرمایئے کہ فلکیات کے فن سے طلوع ہلال کا فیصلہ کرنے میں کیا شرعی قباحت ہے جب کہ آج یہ فن دو اور دو چار کی طرح ایک صحیح حکم لگا سکتا ہے۔ ایک ہزار سال پہلے ایک ماہر فلکیات ٹھیک ٹھیک بتا سکتا ہے کہ فلاں مقام پر اتنے بج کر اتنے منٹ اور اتنے سیکنڈ پر اتنی دیر کے لیے چاند یا سورج میں گہن لگے گا۔ کیا یہ ماہرین اتنا نہیں بتا سکتے کہ کس منطقے میں چاند کب طلوع ہوگا؟ ضرور بتا سکتے ہیں اور بالکل ٹھیک ٹھیک بتا سکتے ہیں۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ فن قیافہ سے وراثت شرعی کا مسئلہ تو حل ہو سکتا ہے مگر علم فلکیات سے طلوع ہلال کا حکم لگانا مداخلت فی الدین ہو جاتا ہے اگرچہ علم فلکیات فن قیافہ سے بہت زیادہ مکمل اور یقینی ہے۔